جملہ حقوق غیر محفوظ

نام کتاب	:	ماں باپ کیا کریں؟
مصنف	:	مولانا غیاث احمد رشادی
صفحات	:	۴۰ چالیس
تعداد اشاعت	:	ایک ہزار
کمپیوٹر کتابت	:	رشادی کمپیوٹر سنٹر، قدیم ملک پیٹ، حیدرآباد
ناشر	:	مکتبہ سبیل الفلاح ایجوکیشنل اینڈ ویلفیر اسوسی ایشن، رجسٹرڈ-۶۷۵ واحد نگر، قدیم ملک پیٹ، حیدرآباد-انڈیا۔
قیمت	:	دس روپئے Rs.10/-

ملنے کے پتے

۱ مکتبہ سبیل الفلاح ایجوکیشنل اینڈ ویلفیر اسوسی ایشن، رجسٹرڈ نمبر-۶۷۵،
واحد نگر، قدیم ملک پیٹ، حیدرآباد-فون 24551314

۲ ہندوستان پیپر ایمپوریم مچھلی کمان، حیدرآباد-

۳ دکن ٹریڈرس، مغل پورہ، حیدرآباد۔

۴ الاوراق پبلیشرز، کرما گوڑہ، حیدرآباد و

۵ کلاسیکل آٹوموٹیو، 324 C.M.H. Road، اندرانگر، بنگلور-

۶ ھدیٰ ڈسٹری بیوٹرس، پرانی حویلی روڈ، حیدرآباد-

۷ کمرشیل بک ڈپو، چار مینار، حیدرآباد-

فہرست مضامین

شعاع اولین
اولاد کس سے مانگیں
پہلا بچہ ننھیال میں کیوں؟
لڑکا ہے یا لڑکی؟
بچہ کے کانوں میں اذان و اقامت
"تحنیك" کیا ہے؟
''اچھا نام'' سب سے پہلا تحفہ
کیا نام رکھا جائے
کچھ خامیاں
عقیقہ
عقیقہ شکرانہ ہے
عقیقہ کا درجہ کیا ہے
بچہ کے بال کس کے نام
ختنہ
چھٹی اور چھلہ
باطل رسومات
بچہ پہلے کیا بولے؟
بسم اللہ خوانی
کیا بچوں کا بوسہ لے سکتے ہیں
تقریب سالگرہ اسلامی طریقہ نہیں
حسن ادب بہترین تحفہ
جب بچہ سات سال کا ہو جائے
جب بچہ دس سال کا ہو جائے
بستر الگ کر دیں
لڑکیوں سے اچھا سلوک کیجئے
اولاد کے ساتھ انصاف کا معاملہ کیجئے
قابل غور واقعہ
حاصل کلام
لڑکیوں کو آزاد نہ چھوڑیئے
چوکنا رہیئے
اولاد سے غافل نہ رہیں
بُری صحبتوں سے اپنی اولاد کو بچایئے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شعاع اولین

تمام حمد وثنا اس خالق انس وجن کے لئے جس نے مرد وعورت کو اولاد سے نواز کر ان کی خوشیوں کو دوبالا کر دیا اور ان کی زندگی کو پر رونق بنا دیا۔

وہ ماں باپ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اولاد عطا کی ہو انہیں اس عطاء ربانی پر دل سے مسرور ہونا چاہیے، اس لئے کہ اولاد کا ملنا خوشی کا باعث ہے، اسی لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اولاد دیئے جانے کا تذکرہ قرآن مجید میں جہاں کیا گیا وہاں یہی الفاظ ہیں کہ ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک فرزند کی خوش خبری دی، معلوم ہوا کہ اولاد کی پیدائش مژدہ ء جانفزا ہوتی ہے نہ کہ غم والم کی اطلاع۔

ماں باپ کو چاہیے کہ جب انکے ہاں اولاد ہو تو اس مسرت میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے ہوئے خالق حقیقی کی تعریف کریں جس نے یہ نعمت عطا کی ہے، جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یوں تعریف فرمائی تھی کہ تمام حمد وثنا اس خدا کیلئے سزاوار ہے جس نے مجھ کو بڑھاپے میں اسماعیل واسحاق عطا فرمائے، حقیقت میں میرا رب دعا کا بڑا سننے والا ہے۔ (سورۂ ابراہیم/۳۹)۔

اور وہ میاں بیوی جنہیں اب تک اولاد نصیب نہ ہوئی وہ مایوسی کا شکار ہونے کے بجائے اس یقین کے ساتھ (کہ جو خالق کائنات حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بڑھاپے میں اولاد دینے کی طاقت رکھتا ہے وہ خدا ہم کو بھی ضرور اولاد عطا کرے گا) دعا کرتے رہیں کہ اے اللہ ہمیں اپنی قدرت کاملہ سے اولاد عطا فرمادے۔

اور جب اولاد نصیب ہو جائے تو اپنی اولاد کی تربیت کے ساتھ ساتھ ان کے حق میں یہ دعا بھی کیجئے کہ اے اللہ! مجھے اور میری اولاد کو دین وایمان کی توفیق دیجئے۔ حضرت

ابراہیم علیہ السلام نے یہی دعا فرمائی تھی کہ اے میرے رب مجھ کو بھی نماز کا اہتمام کرنے والا رکھیے اور میری اولاد میں سے بھی نماز کا اہتمام رکھنے والا کیجئے۔(سورہ ابراہیم/۴۰)

اور جس طرح مال و دولت سے آدمی کی زندگی میں رونق بڑھتی ہے اسی طرح اولاد کا وجود بھی ماں باپ کی زندگیوں میں رونق کا ذریعہ ہے، چنانچہ قرآن مجید نے یہی فیصلہ کیا کہ مال اور اولاد حیات زندگی کی ایک رونق ہے۔(الکھف/۴۶)

اور اگر اولاد فرمانبردار، اطاعت شعار، نیکوکار، وفادار اور خدمت گزار بن جائے تو یہی اولاد آنکھوں کی ٹھنڈک بن جائے گی، یہی وجہ ہے کہ اللہ کے خاص بندوں کی دیگر علامتوں میں ایک اہم علامت یہ بتائی گئی کہ وہ خاص بندے اپنے رب سے یوں دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری بیبیوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہم کو متقیوں کا افسر بنا دے۔(الفرقان/۷۴)۔

نیز ماں باپ کو چاہیے کہ اپنی اولاد کو کامیابی اور نجات کی شاہراہوں پر لانے کی تادم زیست کوشش کرتے رہیں اور حضرت نوح علیہ السلام کی اس سنت کو یاد رکھیں کہ جب طوفان آ گیا تو اپنے بیٹے کو طوفان سے نجات دلانے اور اللہ کا نیک بندہ بنانے کی فکر سے سرشار ہو کر حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو پکارا جب کہ وہ کشتی سے علحدہ مقام پر تھا کہ اے میرے پیارے بیٹے ! ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ مت ہو۔

وہ اولاد جو جواں ہو کر سرکش اور نافرمان بن جائے وہ یقیناً ماں باپ کیلئے دردسر بن جائے گی، اگر ماں باپ کی غفلت اور لاپرواہی سے اولاد سرکش بن جائے تو ایسی اولاد کی موت انکے وجود سے بہتر ہے، یہی وجہ تھی کہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رفاقت میں جب سفر کیا تھا تو دوران سفر ایک ایسے بچہ کو قتل کر دیا تھا جسکے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کو باخبر کر دیا تھا کہ وہ آگے چل کر سرکشی اختیار کرے گا (تاہم اب کسی کو یہ اختیار نہیں کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام کی طرح عمل کرے۔(الکھف/۷۴)۔

بہرحال آیات قرآنی کی روشنی میں اولاد کی حقیقت، حیثیت اور اہمیت وغیرہ کا بخوبی

اندازہ ہو چکا،اب اگلے اوراق پڑھیے تا کہ ماں باپ ہونے کی حیثیت سے آپ کو اپنی اولاد کے ساتھ کس طرح معاملہ کرنا ہے معلوم ہو جائے ۔

اس کتاب کی تحریر کا سبب وہ مشاہدات و حادثات ہیں جن کو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں یا اخباروں میں پڑھتے ہیں یا کانوں سے سنتے ہیں کہ ماں باپ کے بے حد لاڈ و پیار اوران کی تربیت سے غفلت ولاپرواہی کرنے کے نتیجہ میں اولاد میں بے ادبی ، سرکشی،اور نافرمانی پیدا ہورہی ہے، اللہ پاک اس کتاب کو معاشرہ کی اصلاح کا ذریعہ بنادے اوراحقر کی مغفرت کا باعث بھی ۔آمین ۔

غیاث احمد رشادی

اولاد کس سے مانگیں

اس حقیقت سے ہر فرد واقف ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے خالق و مالک ہیں، اور ہم سب اس عظیم ذات کے بندے اور غلام ہیں، مالک کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے بندوں اور غلاموں کی مانگ، طلب اور خواہش کو پورا کرتا ہے، اور بندے اور غلام کی علامت یہ ہے کہ بندہ اپنے مالک اور آقا سے اپنی ہر ضرورت کی چیز مانگتا ہے۔

ہم نماز میں کھڑے ہوکر اللہ تعالیٰ کے سامنے یہ اقرار کرتے ہیں کہ ایاك نعبد و ایاك نستعین ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں

اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور وفادار بندے اپنے اقرار پر قائم رہتے ہیں، اور اپنی ہر ضرورت کی چیز ایک اللہ ہی سے مانگتے ہیں، مال ودولت، روپیہ اور پیسہ، بیوی اور بچے غرض ہر چیز اپنے رب حقیقی سے مانگنا ہی وفاداری کی علامت ہے، اور اس دنیا میں اس کی نعمتوں میں پلتے ہوئے یا اللّٰہ کے بجائے یا غوث المدد پکار کر مال ودولت اور اولاد انہیں سے مانگنا یقیناً شرک ہے۔

قرآن مجید میں سورۂ مریم کی ابتدائی آیتوں میں اور سورۂ انبیاء کی درمیانی آیتوں میں ایک جلیل القدر پیغمبر حضرت زکریا علیہ السلام کا تذکرہ کیا گیا ہے، جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے (اپنے بڑھاپے میں جب کہ انکی بیوی بانجھ ہو چکی تھیں) اپنے پروردگار کو پکارا کہ میری ہڈیاں تک گھل گئی ہیں، اور سر بڑھاپے سے بھڑک اٹھا ہے، اے پروردگار میں تجھ سے دعا مانگ کر کبھی نامراد نہیں رہا، مجھے اپنے بھائی بندوں کی برائیوں کا خوف ہے، اور میری بیوی بانجھ ہے تو مجھے اپنے فضل خاص سے ایک وارث عطا کردے جو میرا وارث بھی ہو، اور آلِ یعقوب کی میراث بھی پائے۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام ابیاہ نامی خاندان کے سردار تھے، حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے بڑھاپے میں یہ محسوس کیا کہ ان کے خاندان میں ان کے بعد کوئی

ایسا شخص نظر نہیں آتا جو دینی اور اخلاقی حیثیت سے اس منصب کا اہل اور مستحق ہو۔

اسی ضرورت کے پیش نظر حضرت زکریا علیہ السلام نے اولاد کی دعا مانگی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور خوشخبری دی کہ اے زکریا! ہم تجھے ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا، ہم نے اس نام کا کوئی آدمی اس سے پہلے پیدا نہیں کیا۔

حضور ﷺ نے اپنی امت کا یہی مزاج بنایا کہ اذا سالت فاسال اللّٰہ واذا استعنت فاستعن باللّٰہ جب مانگو تو اللہ سے مانگو اور جب مدد طلب کرو تو اللہ ہی سے مدد طلب کرو۔

ہمارے ملک میں ایک جماعت ایسی ہے جو اپنے آپ کو سنّی کہتی ہے اور حضور ﷺ سے گہری محبت کا اظہار بھی کرتی ہے مگر اس جماعت کے جاہل اشخاص کا یہ حال ہے کہ حضور ﷺ کی تعلیمات کو پس پشت ڈال کر بجائے ایک اللہ سے مانگنے کے اولیاء امت کی قبروں پر جا کر ان سے مرادیں مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے شر سے ہماری حفاظت فرمائے۔

پہلا بچہ ننہیال میں کیوں؟

موجودہ مسلم معاشرہ میں گود سے گور تک ایسی مہمل اور ناپاک رسمیں جگہ پالی ہیں کہ جن سے ایک طرف مسلمانوں کے عقائد تباہ ہو رہے ہیں تو دوسری طرف ان کی معیشت تباہ ہو رہی ہے، جس گھر میں بچہ پیدا ہونے والا ہے اس گھر میں باطل رسموں کی گویا پیدائش ہوتی ہے، بعض غیر ضروری امور کو اتنا اہم اور ضروری خیال کیا جاتا ہے کہ اس کے بغیر چارہ ہی نہیں، بچہ کی پیدائش کے موقع پر عرصہ پہلے سے یہ طے ہو جاتا ہے کہ پہلا بچہ ننہیال میں پیدا ہوگا، اور پیدائش سے لے کر چالیس دن تک کے سارے اخراجات کے بارے میں اپنی طرف سے یہ قانون بنا لیا گیا ہے کہ ان اخراجات کی ساری ذمہ داری بچہ کے نانا اور نانی پر ہے، حالانکہ شرعی اعتبار سے بچہ کی پیدائش اور اس کے بعد کے سارے اخراجات کی ذمہ داری بچہ کے باپ پر ہے۔

پہلے بچہ کے ننہیال میں پیدا ہونے کو اتنا ضروری سمجھا جاتا ہے کہ بعض مرتبہ عورت ولادت کے قریب زمانہ میں سسرال میں ہوتی ہے اور باپ کا گھر دور ہوتا ہے ایسے حالات میں عورت سفر کے قابل بھی نہیں ہوتی لیکن اس کے باوجود سفر کر کے وہ اپنے ماں باپ کے ہاں جاتی ہے جس سے بطن مادر میں موجود بچہ کے بیمار ہو جانے کا اندیشہ قوی رہتا ہے، عوام کی گھڑی ہوئی شریعت نے بچہ کو دنیا میں آنے سے پہلے ہی بیمار بنا دیا، کاش یہ جاہل طبقہ نبی رحمت ﷺ کے لائے ہوئے دین سے آگاہ رہتا اور ان مظالم اور مہمل باتوں سے پرہیز کرتا۔ اللّٰھم احفظنا منه۔

لڑکا ہے یا لڑکی؟

عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: من کانت له انثی فلم یئدها ولم یهنها ولم یوثر علیها ادخله اللّٰه الجنة ۔ (ابوداؤد)

جس شخص کے ہاں بیٹی ہو وہ اسے زندہ درگور نہ کرے، اور اسے ذلیل نہ کرے اور اپنے بیٹے کو اس پر ترجیح نہ دے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔

سلام ہو نبی رحمت ﷺ پر کہ آپ نے زمانۂ جاہلیت کے سارے ناپاک خیالات و رسومات کو دفن کر دیا، اور امت کو سلامتی کا بے نظیر راستہ دکھا دیا، کتنا دردناک دور تھا وہ دور جاہلیت کہ لڑکی کی پیدائش کی خبر پا کر باپ کا چہرہ غم اور غصہ سے کالا ہو جاتا تھا، اور اپنی قوم سے منہ چھپاتے پھرتا تھا اور اس فیصلہ پر پہنچ جاتا تھا کہ وہ اپنی لڑکی کو زندہ درگور کر دے گا۔

نبی رحمت ﷺ نے اس ظالمانہ رسم کو صفحۂ ہستی سے مٹایا، اور یہ مزاج پیدا فرمایا کہ جس طرح لڑکے کی پیدائش بھی مسرت وشادمانی کا ذریعہ ہے اسی طرح لڑکی کی پیدائش بھی مسرت وشادمانی کا ذریعہ ہے، افسوس اور ناقابل بیاں افسوس کہ زمانۂ جاہلیت کی اس رسم کا اثر آج بھی بعض مسلم گھرانوں میں موجود ہے، یہی وجہ ہے کہ آج کل بعض

لوگ لڑکے کی پیدائش پر تو مسرت کا اظہار کرتے ہیں، اور لوگ بھی اس موقع پر بہت گرم جوشی سے مبارکبادیاں دیتے ہیں، لیکن اگر لڑکی پیدا ہوتی ہے تو سارے خاندان میں خاموشی اور باپ کے چہرے پر اداسی چھا جاتی ہے، اور مبارکبادی دینے والے بھی سرد لہجہ میں یوں کہہ دیتے ہیں کہ ''چلو ٹھیک ہے جو بھی ہو'' گویا با دل ناخواستہ اس انعام کو قبول کر رہے ہیں اور انکے انداز سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نگاہوں میں لڑکی کی کوئی قدر ہی نہیں حالانکہ حضور ﷺ نے مذکورہ حدیث میں ایسے باپ کیلئے جو لڑکے کو لڑکی پر ترجیح نہ دے بلکہ (دونوں میں برابری کرے) جنت کی خوشخبری دی ہے۔

بچہ کے کانوں میں اذان واقامت

ماں باپ پر اپنے نومولود بچے کا سب سے پہلا حق یہ ہے کہ اسکے سیدھے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی جائے، چونکہ اذان اور اقامت میں مذہب اسلام کی بنیادی تعلیم موجود ہے، اسی لئے ان مختصر اور مؤثر کلمات کو بچہ کے کان میں پڑھنے کی تاکید کی گئی ہے، تاکہ سب سے پہلی آواز اس کے کانوں کے ذریعہ دل ودماغ تک توحید ورسالت ہی کی پہنچے، اور عالم آخرت میں سب سے پہلے جس اہم فریضہ کی پوچھ ہوگی اس کی دعوت بھی دے دی جائے، حضرت حسین بن علیؓ نے حضور ﷺ کی طرف سے اس بات کو منسوب کیا ہے کہ جس بچے کی پیدائش پر اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی جائے تو اسے ''ام الصبیان'' نقصان نہیں پہنچائے گی۔

عن ابی رافعؓ قال رایت رسول اللّٰہ ﷺ اذن فی اذن الحسن بن علی حین ولدتہ فاطمۃ بالصلوۃ (جامع ترمذی)

حضرت ابورافعؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حسن بن علیؓ (اپنے نواسے) کے کان میں نماز والی اذان پڑھتے ہوئے دیکھا جب (آپ کی صاحبزادی) فاطمہ علیہا السلام کے ہاں ان کی ولادت ہوئی۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے نومولود کے کان میں اذان پڑھی ہے، اس روایت میں صرف اذان کا تذکرہ ہے اقامت کا نہیں ہے، لیکن کنزالعمال میں ایک دوسری حدیث ہے جو حضرت حسین بن علیؓ سے روایت کی گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے سیدھے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت پڑھی تھی۔

وہ ماں باپ جو نومولود بچہ کے کان میں اذان واقامت پڑھ کر یا پڑھوا کر یہ سمجھ لیتے ہیں کہ حق ادا ہوگیا یہ سراسر نادانی ہے، بلکہ حضور ﷺ نے اپنے اس عمل سے یہ سمجھانا چاہا ہے کہ جس طرح بچہ کے پیدا ہوتے ہی سب سے پہلے بچے کے کان میں اللہ کا نام ڈالا گیا ہے اسی طرح آئندہ بھی اپنے بچہ کے کان میں دین کی بنیادی اور اہم باتیں بیان کرتے رہیں، یہ مسنون عمل دعوت کا گویا آغاز ہے اختتام نہیں!

بچہ کے کان میں اذان کیوں؟

جو بچہ ابھی پیدا ہوا ہو اور شعور واحساس بھی جسے نہ ہو، ایسے میں اذان کان میں پڑھنے کی آخر وجہ کیا ہے؟۔

اس کی پہلی وجہ تو یہ ہے کہ یہ رحمت عالم ﷺ کی سنت ہے، آپ ﷺ کی ہر سنت میں کوئی نہ کوئی حکمت ضرور موجود ہے، نیز یہ فطری اصول ہے کہ محبوب کا ہر عمل بھی محبوب ہوتا ہے، اور آپ ﷺ تو امت کے ہر فرد کی نگاہ میں محبوب ترین شخصیت ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ سب سے پہلے بچے کے دل ودماغ میں کانوں کے ذریعہ اذان کے وہ مقدس کلمات پہنچ جائیں جن میں بالخصوص توحید ورسالت اور بالعموم دین کی بنیادی باتیں موجود ہیں، اور شیطان تو انسان کا ازلی دشمن ہے، ظاہر ہے کہ انسان کا پیدا ہونا گویا کہ شیطان کی دشمنی کا آغاز ہے اس لئے آغاز ہی میں اذان کے کلمات کے ذریعہ شیطان کو بھگا دیا جاتا ہے کہ اس کی شرارتوں سے بچہ محفوظ رہے۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ اذان میں چونکہ نماز کی دعوت ہے، اور نومولود کے کان میں اذان

دے کر یہ اشارہ دیا جارہا ہے کہ اس کی زندگی کا ایک اہم مشغلہ یہ بھی ہوگا کہ وہ لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے گا۔

"تحنیک" کیا چیز ہے؟

کسی چیز کو چبا کر تالو پر لگانے کا نام "تحنیک" ہے۔

رحمت عالم ﷺ کے ساتھ صحابہ کرامؓ کو جو قلبی محبت اور عقیدت تھی اس کا نتیجہ یہ تھا کہ اگر ان کے ہاں بچہ پیدا ہوتا تو وہ پہلے آپ ﷺ کی خدمت میں لے آتے تا کہ آپ ﷺ ان کیلئے بھلائی اور برکت کی دعا فرمائیں، چنانچہ آپ ؐ کھجور سے ملا ہوا لعاب دہن بچہ کے منہ میں ڈالتے اور تھوڑا سا لعاب اس کے تالو کو بھی لگاتے، بطور دلیل ہم آگے دو روایتیں پیش کر رہے ہیں جن سے تحنیک کی حقیقت معلوم ہوگی۔

عن عائشہؓ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یؤتی بالصبیان فیبرک علیھم ویحنکھم (مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ لوگ اپنے بچوں کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا کرتے تھے تو آپ ﷺ ان کیلئے خیر و برکت کی دعا فرماتے تھے اور تحنیک فرماتے تھے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ میں اپنے نومولود بیٹے (عبداللہ بن زبیرؓ) کو لیکر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور میں نے اسکو آپ ﷺ کی گود میں رکھ دیا، آپ ﷺ نے چھوارہ منگوایا اور اس کو چبایا پھر اپنا لعاب دہن اس کے منہ میں ڈالا اور پھر اسکے تالو پر ملا پھر اس کیلئے دعا کی اور برکت سے نوازا، اور یہ اسلام کا پہلا بچہ تھا جو ہجرت کے بعد ایک مہاجر کے گھر پیدا ہوا۔

ان دونوں روایتوں سے یہ معلوم ہوا کہ تحنیک بھی مسنون عمل ہے، جسکا رواج بہت ہی کم رہ گیا ہے، ایک ایسے ملک میں جہاں بدعات وخرافات کو سنت سے بڑھکر درجہ دیا جا چکا ہو، غیرت مند مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ان فراموش کردہ سنتوں کو اپنے گھروں

میں زندہ کرنے کی کوشش کریں تا کہ بدعات کا خاتمہ ،اور سنتوں کا احیاء ہو جائے ۔بچہ کی پیدائش کے موقع پر اگر کھجور نہ ہو تو اس سے ملتی جلتی کوئی میٹھی چیز استعمال کی جاسکتی ہے،اگر خالص شہد مل جائے تو بہت اچھا ہے۔

بچہ کے منہ میں سب سے پہلے چبائے ہوئے کھجور کا رس جائے اسلئے کھجور کو چبا کر اس قدر سیال بنا دیا جائے جسے بچہ آسانی سے نگل لے،اور تھوڑا سا اسکے تالو کو بھی لگا دیا جائے

کھجور چبانے کیلئے صالح، رحم دل،خوش اخلاق، پرہیزگار اور عقلمند شخصیت کو منتخب کیا جائے تا کہ اس کے صالح عقائد اور عمدہ اخلاق کا اثر بچے پر رہے۔

''اچھا نام'' سب سے پہلا تحفہ

عن ابی هريرةؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اول ما ینحل الرجل ولده اسمه فلیحسن اسمه ۔(رواه ابوالشیخ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی اپنے بچے کو سب سے پہلا تحفہ نام کا دیتا ہے اس لئے چاہیے کہ اس کا نام اچھا رکھے۔

عن ابی الدرداءؓ قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم تدعون یوم القیمة باسمائكم واسماء آبائكم فاحسنوا اسماء كم ۔(ابوداؤد)

حضرت ابودرداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ قیامت کے دن تم اپنے اور اپنے آباء کے ناموں کے ساتھ پکارے جاوگے لہذا تم اچھے نام رکھا کرو۔

عن ابن عباسؓ قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم حق الولد علی الوالدان یحسن اسمه ویحسن ادبه۔(رواه البیهقی فی شعب الایمان)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا باپ پر بچے کا یہ حق ہے کہ اس کا نام اچھا رکھے اور اس کو حسن ادب سے آراستہ کرے۔

جو چیز بچپن سے موت تک بلکہ موت کے بعد بھی آدمی سے جڑی ہوئی ہوتی ہے وہ اس

کا نام ہے، آدمی کی پہچان اس کے نام ہی سے ہوتی ہے، اور اکثر معاملات بھی نام ہی سے طے پاتے ہیں، گویا نام انسانی زندگی کا جزو لا ینفک ہے، یہی وجہ ہے کہ آدمی اس دنیا سے چلا جاتا ہے لیکن اس کا نام لوگوں میں باقی رہتا ہے یہاں تک کہ فرمان رسول ﷺ کے مطابق قیام قیامت تک بھی اس کا نام برقرار رہتا ہے اور قیامت کے دن اسکا نام اور اسکے باپ کا نام لے کر پکارا جاتا ہے، اس لئے بہتر یہی ہے کہ جو پہلا تحفہ ماں باپ اپنے بیٹے کو دیں وہ معیاری پسندیدہ اور بامعنی ہو، بے ڈھنگا، مہمل اور بے معنی نہ ہو۔

کیا نام رکھا جائے

عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ان احب اسمائکم الی الله عبداللّٰہ و عبدالرحمن (مسلم)

اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔

قال قال رسول الله ﷺ تسموا باسماء الانبیاء (ابوداؤد، نسائی)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم پیغمبروں کے نام پر اپنے بچوں کا نام رکھو۔

اوپر کی روایتوں کو پڑھ کر آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ رحمت عالم ﷺ نے ہمیں اس معاملہ میں کتنی اہم تعلیمات سے نوازا ہے، ان روایات سے یہ معلوم ہوا کہ باپ پر بچے کا یہ بھی حق ہے کہ وہ اس کا نام اچھا رکھے، اور سب سے اچھے نام عبداللہ اور عبدالرحمان ہیں، پھر وہ نام جس میں اللہ کے ناموں کے ساتھ لفظ عبد بڑھایا گیا ہو، جیسے عبدالحلیم، عبدالکریم، عبدالعلیم، عبدالمھیمن وغیرہ، ان ناموں کو پہلا درجہ اس وجہ سے حاصل ہے کہ ان ناموں میں بندے کی بندگی کا اعلان ہے، اور اللہ تعالیٰ کو بندہ کی یہ ادا بہت زیادہ پسند ہے کہ وہ اپنی بندگی کا اعلان کرے، اپنے آپ کو بندہ کہنا درحقیقت اس حقیقت کا بھی اظہار ہے کہ اس کا خالق اور مالک وہ ہے جو معبود برحق ہے۔

نیز انبیاء کرام علیہم السلام کے مبارک ناموں پر نام رکھنا بھی مسنون ہے، حضور ﷺ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے بیٹے کا نام ابراہیم رکھا اور خود اپنے صاحبزادے کا نام بھی ابراہیم رکھا، اور حکم دیا کہ پیغمبروں کے ناموں پر نام رکھو۔

اس کے علاوہ ایسے نام جن کے معنیٰ اسلام کے مزاج کے موافق ہوں رکھے جا سکتے ہیں، آپ ﷺ نے اپنے نواسوں کا نام حسن اور حسین رکھا۔

زمانۂ جاہلیت کے وہ نام جن میں شرک کی بو محسوس ہوتی تھی یا جن کے معنی مہمل اور بے معنی ہوتے تھے تو آپ ﷺ نے ان ناموں کو بدل دیا اور ان کی اصلاح بھی فرمادی، اس سلسلہ میں احادیث میں بہت سے واقعات ملتے ہیں جن کی تفصیل سے طوالت کا خوف ہے، اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر نادانی یا غفلت کی وجہ سے کسی کا نام برا یا نامناسب رکھ دیا گیا ہو تو اس برے یا نامناسب نام کو اچھے نام سے بدلنا بھی سنت رسول میں داخل ہے۔

بچہ کا نام پیدائش کے ساتویں دن رکھنا مسنون ہے، جس بچہ کا عقیقہ کرنے کا ارادہ نہ ہو تو اس کا نام پہلے دوسرے دن ہی رکھ دیا جائے، حضور ﷺ نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ حضرت ابوموسی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے بچوں کے نام پہلے ہی دن رکھ دیئے تھے۔

کچھ خامیاں

جن بچوں کا نام عبدالغفار، عبدالکریم، یا عبدالقدوس وغیرہ ہو ان ناموں سے لفظ عبد کو نکال کر کریم صاحب، غفار صاحب، قدوس صاحب یا اسی طرح کریم بھائی، غفار بھائی وغیرہ نہیں پکارنا چاہیے، اس لئے کہ یہ نام تو اللہ تعالیٰ کے ہیں ان ناموں کے ساتھ کسی کو پکارتے ہوئے لفظ ''عبد'' کا رہنا ضروری ہے۔

بعض لوگ ایسے افراد کو جن کا نام عبداللطیف، عبدالغفور اور عبدالجلیل ہے ازراہ مذاق یا طنز ''لیٹ لطیف'' ''ڈنڈ غفور'' یا ''ذلیل'' کہہ دیتے ہیں، اس میں اللہ تعالیٰ کے ان

مقدس اور پاکیزہ ناموں کی گستاخی لازم آتی ہے جو یقیناً ایک جرم ہے، اس گستاخی سے باز آنا اور توبہ واستغفار کرنا چاہیے۔

بعض دیہاتوں میں مسلمان جہالت کی وجہ سے بے ڈھنگے نام رکھ لیتے ہیں جیسے گھوڑو پٹیل، پھترو پٹیل، پیر بخش اور اللہ پٹیل وغیرہ ایسے نام بالکل نامناسب ہیں، انہیں بدل دینا چاہیے، ان کے علاوہ دیگر بہت سے نام ایسے ہیں جو اسلامی مزاج کے خلاف ہیں۔ عبدالنبی اور عبدالرسول نام رکھنا بھی غلط ہے اس لئے کہ ہم حضور ﷺ کے امتی ہیں بندے نہیں ہیں، بندے تو صرف اللہ کے ہیں اگر کسی کا نام عبدالنبی رکھا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ نبی کا بندہ ہے۔

آج کل ماڈرن اور ڈسکو ناموں کا چلن زیادہ ہوگیا ہے۔ انبیاء کرام، صحابہ عظام کے ناموں اور خالص اسلامی طرز کے ناموں سے لوگ نفرت کرنے لگے ہیں۔ یہ جدید تعلیم و تہذیب کا افسوسناک نتیجہ ہے۔

بعض لوگ تقویم دیکھ کر نام رکھنے کے عادی ہیں، ان کے ہاں یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ وہ ستاروں کی گردش کا لحاظ رکھتے ہوئے ولادت کی تاریخ، دن اور وقت سے مطابقت کرتے ہوئے نام رکھتے ہیں جیسے ہندوؤں میں شادی کی رسم ستاروں کے احوال کو دیکھ کر متعین کی جاتی ہے۔ حضور ﷺ نے ناموں کے رکھنے کی جہاں تعلیم دی ہے وہاں کہیں یہ نہیں فرمایا کہ ستاروں کو دیکھ کر اپنے بچوں کے نام رکھو، اگر یہ ضروری ہوتا تو ضرور آپ ﷺ اس بارے میں ہماری رہنمائی فرماتے اور ہمیں اس بات کا حکم دیتے۔

عقیقہ

درحقیقت بچے کے سر پر پیدائش کے وقت جو بال ہوتے ہیں اس کو عقیقہ کہتے ہیں پھر عقیقہ اس رسم کا نام ہوگیا جو بچہ کی طرف سے سر کے بال مونڈ کر جانور ذبح کر کے انجام دی جاتی ہے، جاہلیت کے زمانہ میں اہل عرب بھی اپنے بچوں کا عقیقہ کرتے تھے، یہ ان

کی ایک اہم رسم تھی، ان کے ہاں اس رسم کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ عقیقہ کرنے سے بچہ کا نسب مشہور ہو جائے گا۔عقیقہ گویا ایک ذریعہ تھا اس بات کا کہ باپ نے بھی اس بچہ کو اپنا بیٹا تسلیم کرلیا ہے اور یہ کہ وہ بچہ صحیح النسب اور حلال زادہ ہے۔

اور اس رسم کی ان کے ہاں دوسری وجہ یہ تھی کہ عقیقہ کر کے وہ یہ بتلانا چاہتے تھے کہ جس شخص کے گھر یہ لڑکا پیدا ہوا ہے وہ کوئی کنجوس آدمی نہیں بلکہ سخی اور فیاض ہے۔جب ہی اس نے بکری ذبح کی ہے۔

چونکہ اولاد اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے اور یہ فطری اور طبعی حقیقت ہے کہ ہر نعمت پر انسان خوش ہوتا ہے، اور اپنی اس خوشی کا اظہار بھی کرتا ہے، اسلام بھی دین فطرت ہے اس لئے ماں باپ کیلئے اس بات کی گنجائش رکھی گئی کہ وہ اپنے بچہ کی پیدائش کے پُر مسرت موقع پر عقیقہ کی اس سادہ تقریب کے ذریعہ اپنی خوشی کا اظہار کریں، چنانچہ حضور ﷺ نے زمانہء جاہلیت کی اس قدیم رسم کو جاری رکھا، اور اپنی امت کو عقیقہ کرنے کا حکم دیا اور اس میں جو جاہلانہ رسوم تھے ان کی اصلاح بھی فرمادی۔

عقیقہ شکرانہ ہے

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم کل غلام رهین بعقیقته یذبح عنه یوم سابعه یحلق راسه ویسمی ۔(نسائی ،ابوداؤد)۔

ہر بچہ اپنے عقیقہ کے بدلے گروی ہے، ساتویں دن اس کی طرف سے جانور ذبح کیا جائے ،اور اس کا سر مونڈا جائے ،اور اس کا نام رکھا جائے۔

شارحین حدیث نے اس حدیث کے کئی مطلب بیان کئے ہیں تاہم مولانا منظور نعمانیؒ نے اپنی مشہور و مقبول کتاب ''معارف الحدیث'' میں یہ مطلب تحریر فرمایا ہے کہ بچہ اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت ہے اور صاحب استطاعت کیلئے عقیقہ کی قربانی اس کا شکرانہ اور گویا اس کا فدیہ ہے، جب تک یہ شکر یہ پیش نہ کیا جائے اور فدیہ ادا نہ کیا جائے وہ بار باقی رہے گا۔

ماں باپ کی یہ آرزو ہوتی ہے کہ بچہ کی نشو ونما عمدہ طریقہ سے ہواور وہ ہر قسم کے آفات سے مامون، محفوظ رہے، اس آرزو کی تکمیل کا ایک اہم ذریعہ اللہ کے نام پر جانور ذبح کر کے بچہ کا عقیقہ کرنا ہے، اس روایت سے ضمناً یہ بھی معلوم ہوگیا کہ عقیقہ پیدائش کے ساتویں دن کرنا چاہیے۔

عقیقہ کا درجہ کیا ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کے ہاں بچہ پیدا ہواور وہ اس کی طرف سے عقیقہ کی قربانی کرنا چاہے تو لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری کی قربانی کرے۔

اس فرمان نبوی ﷺ سے واضح انداز میں اس بات کا علم ہوتا ہے کہ عقیقہ کا درجہ نماز، روزہ کی طرح فرض اور واجب کا نہیں ہے بلکہ اسکا درجہ استحباب کا ہے، یعنی مستحب ہے کہ بچہ کی طرف سے عقیقہ کیا جائے۔

اس روایت سے دوسری بات یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ عقیقہ لڑکا ہو یا لڑکی دونوں کی طرف سے کیا جانا چاہیے، یہ بات معلوم رہے کہ یہود غالباً لڑکیوں کی ناقدری کی وجہ سے صرف لڑکوں کی طرف سے عقیقہ کرتے تھے، حضور ﷺ نے اس غیر منصفانہ رواج کی تردید فرمائی، اور حکم دیا کہ عقیقہ لڑکے اور لڑکی دونوں کی طرف سے کیا جائے، البتہ دونوں میں جو فطری فرق ہے اس بنا پر لڑکی کے عقیقہ میں ایک بکری ذبح کی جائے گی، اور لڑکے کے عقیقہ میں دو بکریاں ذبح کی جائیں گی۔ لیکن لڑکے کے عقیقہ میں دو بکریوں کا ذبح کرنا بھی کوئی ضروری امر نہیں ہے اگر گنجائش ہو تو دو ورنہ ایک بکری بھی کافی ہے، چنانچہ حضور ﷺ نے اپنے نواسوں حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کا عقیقہ فرمایا اور ایک ایک مینڈھا ذبح کیا۔ (سنن ابی داود)۔

(۱) عقیقہ کے موقع پر بچے کے سر کے بال منڈانا چاہیے۔

(۲) بال منڈ جانے کے بعد بچے کے سر پر زعفران لگا دینا بہتر ہے۔

(۳) بچے کے بالوں کو تول کراسکے برابر چاندی غریبوں میں خیرات کر دینا چاہیے۔

(۴) اگر پیدائش کے ساتویں روز کسی وجہ سے عقیقہ نہ کیا گیا ہوتو ساتویں روز کے حساب سے کسی بھی دن عقیقہ کرنا بہتر ہے، مثلاً چودھویں، اکیسویں، اٹھائیسویں دن، اس سلسلہ میں حساب لگانے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ بچہ جس روز پیدا ہوا ہواس سے ایک روز پہلے جو دن آتا ہے اس دن عقیقہ کیا جائے مثلاً اگر جمعہ کے دن بچہ پیدا ہوا ہوتو کسی بھی جمعرات کو عقیقہ کیا جائے۔

(۵) عقیقہ کے گوشت کا حکم قربانی کے گوشت کی طرح ہے۔

(٦) عقیقہ کیلئے یہ بات بھی درست ہے کہ قربانی کے کسی بڑے جانور میں جیسے گائے بھینس، اونٹ میں جس میں دوسروں کے بھی حصے ہوں ایک یا دو حصے لے لئے جائیں۔

(۷) بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ قربانی کے جانورمیں عقیقہ کا حصہ اسی وقت لیا جاسکتا ہے جب اس میں بچے کے ماں باپ میں سے کسی کی قربانی کا حصہ لیا گیا ہو یہ خیال درست نہیں۔

(۸) عقیقہ مسنون و مستحب ہے اس کو مسنون طریقے ہی سے ادا کرنا چاہیے، عقیقہ کے عنوان سے ایسی تقاریب منعقد کرنا جس میں بے پردگی، اسراف، نمازوں سے غفلت وغیرہ ہوتو یقیناً شریعت کے سراسر خلاف ہے، مسنون عمل کو غیر مسنون طریقے سے انجام دینا گمراہی ہے۔

(۹) عقیقہ کے دن بعض علاقوں میں یہ رسم ہوتی ہے کہ بچہ کا ماموں گھی شکر کھا کر ہاتھ دھوئے بغیر بچہ کے ناخن تراشتا ہے اور سیدھے طرف کے بال نکالتا ہے، اور اس خدمت کے بدلے میں بچہ کے ننھیال کی طرف سے بچہ کے ماموں کو جوڑا بنایا جاتا ہے، یہ غلط اور من گھڑت رسم ہے۔

بچہ کے بال کس کے نام

جنوبی ہندوستان کے اکثر دیہاتی مسلمان اپنے بچوں کے پیدائشی بال کو ایک مدت تک مونڈھے بغیر چھوڑ دیتے ہیں، پانچ چھ مہینے یا ایک سال کے بعد کسی مشہور بزرگ کی درگاہ کی طرف خاندان کی ساری عورتوں کو جمع کر کے ڈھول بجاتے جاتے ہیں، اور وہاں پہنچ کر بزرگ کے نام پر چھوڑے ہوئے بکرے کو ذبح کرتے ہیں اور بچہ کے بال مونڈھتے ہیں، کوئی جہانگیر پیراں کے نام تو کوئی بندہ نواز کے نام، کوئی بابا بڈھن کے نام تو کوئی خواجہ اجمیری کے نام۔

معلوم رہے کہ کسی بھی اللہ کے ولی نے اپنے معتقدین کو اپنی زندگی میں اپنی تحریر سے یا اپنی تقریر سے ایسی کوئی نصیحت یا وصیت نہیں کی ہے، بلکہ دیہاتی مسلمانوں کی یہ رسمیں خود ساختہ ہیں جو بزرگوں کے پیغام کے خلاف ہیں، یہ گویا اپنے ہی بزرگوں سے عملی جنگ ہے، افسوس ہے ان نادان عقیدت مندوں پر!

ختنہ

ہمارا شمار حضور ﷺ کی امت اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت سے ہے، اور یہ حقیقت ہے کہ شریعت محمدی ﷺ اور اسوہء ابراہیمی علیہ السلام میں گہری مناسبت اور مطابقت ہے، یہی وجہ ہے کہ قربانی اور حج کے مناسک وغیرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار ہیں، جس طرح قربانی اور حج وغیرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہیں اور شریعت محمدی ﷺ میں داخل وشامل ہیں اسی طرح ختنہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے اور وہ بھی شریعت محمدی میں داخل ہے، ختنہ سے کافر اور مسلمان کے درمیان پہچان ہوتی ہے کہ عموماً مختون کا شمار مسلمانوں میں ہوتا ہے اور غیر مختون کا شمار غیر مسلموں میں ہوتا ہے سوائے بعض مخصوص صورتوں کے۔

ختنہ کے سلسلہ میں اگرچیکہ شریعت کی طرف سے عمر کی کوئی قید نہیں لگائی گئی ہے لیکن بہتر یہی ہے کہ پیدائش کے بعد جب بچہ میں برداشت کی قوت ہو تو جلد ہی ختنہ کرادیا جائے، بچے کے قریب البلوغ ہونے تک ختنہ میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے، اس میں بے پردگی ہوتی ہے اور یہ تاخیر تکلیف کا باعث بھی بنتی ہے، بچپن میں ختنہ کرادینے میں سہولت زیادہ ہے۔

بعض علاقوں میں ختنہ کے دن یا غسل صحت کے دن ڈھول وغیرہ کا رواج بکثرت ہے، ختنہ ایک خالص اسلامی رسم ہے اور اس میں گانا، بجانا، ناچنا سراسر غیر اسلامی طریقہ ہے، یہ لوگوں کی ایذارسانی کا ذریعہ بھی ہے جب کہ آدھی رات تک یا پوری رات زور وشور سے گانے بجانے کا سلسلہ رہتا رہے۔

ختنہ کی رسم میں دوستوں پڑوسیوں اور رشتہ داروں کو بلانا اور جمع کرنا خلاف سنت ہے، دور رسالت اور دور صحابہ میں اس رسم کیلئے اس قسم کا کوئی اہتمام نہیں کیا گیا، چنانچہ مسند احمد میں حضرت حسنؒ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عثمان بن العاصؓ کو کسی نے ختنہ کے موقع پر بلایا آپ نے تشریف لیجانے سے انکار کردیا، لوگوں نے ان سے نہ جانے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ہم لوگ نہ کبھی کسی ختنہ میں جاتے تھے اور نہ اس کے لئے بلائے جاتے تھے۔

چھٹی اور چلہ

بعض مسلمانوں نے غیر مسلموں کی صحبت میں رہ کر انجانے میں یا جان بوجھ کر بہت سی غیر اسلامی رسموں کو اپنی زندگیوں میں داخل وشامل کرلیا ہے، ظلم بالائے ظلم یہ کہ ان مہمل اور باطل غیر اسلامی رسموں اور رواجوں کو اتنا اہم اور ضروری قرار دے رکھا ہے کہ ان کے مقابلہ میں نماز، روزے اور دیگر دینی بنیادی احکامات کی بھی کوئی اہمیت ان کے نزدیک نہیں ہے۔ ان رسومات نے جہاں ان کے عقائد کو کھوکھلا کردیا ہے وہیں ان کو مالی

پریشانیوں میں بھی مبتلا کر دیا ہے کہ مہینہ میں چار چھ تقریبات اپنے خاندان میں ایسی آ ہی جاتی ہیں جن میں محنت کی کمائی کو بے دریغ خرچ کر دیتے ہیں، انہی بے جا رسومات میں چھٹی اور چلہ ہیں جو بچہ کی پیدائش کے چھٹویں اور چالیسویں دن انجام دی جاتی ہیں جن کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں، ان رسموں کے پابند حضرات کے نزدیک صرف ایک ہی دلیل رہ جاتی ہے کہ یہ رسومات ان کے باپ دادا سے چلی آ رہی ہیں، شاید انکے باپ دادا نے اپنی وراثت میں جائیداد کے بجائے معیشت کو تباہ کرنے والی رسومات ہی چھوڑی ہیں۔ لڑکے والوں نے جوڑے گھوڑے اور جہیز سے بھیک مانگنے کا جو سلسلہ شروع کیا تھا ابھی ان کا جی نہیں بھرا ہے وہ پہلے بچہ کی پیدائش کے وقت خصوصاً اور ماںقی بچوں کی پیدائش کے وقت عموماً چھٹی اور چلہ کی رسم کے وقت بھی سلامی کے نام سے خاموش بھیک مانگتے ہیں اور لڑکی والوں پر ایک اور بوجھ لادنے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں۔

چھٹی اور چلہ یعنی بچے کی پیدائش کے چھٹویں اور چالیسویں دن بچہ اور زچہ کے غسل کو اپنی جانب سے واجب قرار دے لیا گیا ہے حالانکہ زچہ کو اس وقت غسل کرنا چاہیے جب وہ پاک ہو جائے اور نماز کے قابل ہو جائے۔ اس کیلئے چالیسویں دن کی کوئی شرط نہیں ہے اس سے پہلے بھی ممکن ہے۔

ان دودنوں میں بعض علاقوں میں پابندی کے ساتھ دعوتیں ہوتی ہیں، گانا بجانا، تصویریں لینا، قوالیوں کا اہتمام کرنا اور نامحرم کے سامنے عورتوں کا بے خوف نکل جانا وغیرہ سارے امور غیر شرعی ہیں۔

باطل رسومات

- چلہ کے دن جھولے میں بچہ کو ڈال کر عموماً سورۂ رحمٰن پڑھی جاتی ہے، اس وقت عموماً عورتیں پڑھتی ہے اور سارے غیر محرم بھی سامنے ہی ہوتے ہیں۔

- بعض علاقوں میں چھٹی کے دن مسی لگانے کو ضروری سمجھتے ہیں اور آٹے کا چراغ بنا کر بچہ کو چراغ دکھاتے ہیں اگر بچہ نے چراغ دیکھ لیا تو کہتے ہیں کہ یہ بچہ اپنی ماں کو پہچانے گا۔
- بعض علاقوں میں چنے ابال کر نیچے بچھاتے ہیں پھر بچھے ہوئے چنوں پر بچہ کا بستر بچھا کر لوری پڑھتے ہیں پھر چنے سب کھاتے ہیں۔
- بعض علاقوں میں چلہ ہونے تک زچہ کو گھر میں اِدھر اُدھر آنے جانے نہیں دیتے اس کو صرف ایک ہی خاص کمرے میں گویا مقید رکھتے ہیں اگر وہ اِدھر اُدھر گھر میں گھومے تو اس کو برا سمجھتے ہیں اور جہاں جہاں وہ پھری ہے وہ جگہ دھو دیتے ہیں۔
- بعض علاقوں میں چلہ کے دن زچہ غسل کر کے آنکھ بند کر کے حمام سے نکلتی ہے اور سب سے پہلے قرآن مجید یا بچہ کو دیکھتی ہے اگر ایسا نہیں کیا گیا تو عقیدہ یہ ہے کہ بچہ بہرہ ہو جائے گا۔
- بعض علاقوں میں زچہ کو غسل کرنے تک کوئی چیز کھانے کو نہیں دی جاتی گویا یہ بھی ایک قلیل مدتی روزہ ہے جس کو خود لوگوں نے گھڑ لیا ہے۔

بچہ پہلے کیا بولے

مشاہدات و تجربات شاہد ہیں کہ بچے کے ذہن میں یہ صلاحیت ہوتی ہے کہ جس قسم کی آوازیں وہ کان میں سنتا ہے اور جس قسم کے مناظر آنکھوں سے دیکھتا ہے اس کا اثر لیتا ہے، مسلم محلوں میں جب مسجدوں سے اذان کی آوازیں شروع ہوتی ہیں تو مسلمان بچے بھی اسی طرح اذان کی نقل کرتے ہوئے نظر آتے ہیں بلکہ بعض جگہ مسلم بچوں کے ساتھ ہندو بچے بھی اذان کے کلمات کہتے ہوئے نظر آتے ہیں، بہر حال یہ حقیقت ہے کہ بچوں میں کسی بھی چیز کو جلد قبول کر لینے کا مادہ بہت ہوتا ہے۔

اور مومن کا اصل سرمایہ اس کا دین ہے، اور دین کی بنیاد کلمۂ طیبہ پر ہے اسی لئے

حضور ﷺ نے ماں باپ کو یہ تعلیم دی ہے کہ وہ بچوں کو سب سے پہلے کلمہء طیبہ سکھائیں۔

عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ افتحوا علی صبیانکم اول کلمۃ بلااله الا اللّٰه ولقنوهم عند الموت لا اله الا اللّٰه۔

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے بچوں کی زبان سے سب سے پہلے لاالـہ الا الـلـہ کہلواؤ اور موت کے وقت ان کو اسی کلمہ لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

یہ ماں باپ کا ذمہ ہے کہ وہ اپنے بچوں کے سامنے بار بار کلمۂ طیبہ پڑھتے رہیں تا کہ سن سن کر بچہ بھی یہی کلمہ کہنے لگ جائے، خوش نصیب ہے وہ بچہ جس نے دنیا میں آنے کے بعد سب سے پہلے یہ مقدس کلمہ اپنی معصوم زبان سے پڑھ لیا ہو، اسی طرح سعادت مند ہیں وہ ماں باپ جنہوں نے سب سے پہلے کلمۂ طیبہ پڑھانے کی بچہ پر محنت کی ہو۔

یہاں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ جس بچہ کی زبان پر سب سے پہلے کلمۂ طیبہ جاری ہوا ہو اس بچہ کی تربیت اور تعلیم بھی اسی کلمہ کی بنیاد پر ہونی چاہیے۔

آج کے مسلم گھرانوں کا المیہ یہ ہے کہ وہ اپنے بچوں کو جب فلمی گانے اور اسکول کے پویمس پڑھتے ہوئے سنتے ہیں تو خوشی سے جھومنے لگتے ہیں مگر کبھی انہیں یہ توفیق نہیں ہوتی کہ وہ اپنے بچوں کو لاالہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ سکھائیں۔

بسم اللہ خوانی

ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ عوام میں یہ شعور پیدا کریں کہ حقیقت میں شریعت وہ نہیں ہے جس کو عوام نے اپنی طرف سے مقرر کرلیا ہے، عوام بہت سے ایسے امور کو جنکا شریعت سے کوئی تعلق نہیں انہیں شرعی امور سمجھنے لگے ہیں، وہ قولاً تو نہیں بلکہ عملاً یہ بتا رہے ہیں کہ جو شریعت دور رسالت سے اب تک چلی آرہی ہے وہ ناقص ہے اور ہم اس میں کچھ اضافہ کر کے اس شریعت کو مکمل کردیں گے۔ نعوذ باللّٰہ من ذالك۔

اگر وہ عملاً یہ ثابت نہیں کررہے ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ جن رسومات کا قرآن مجید،

احادیث شریفہ اور احوال صحابہ وعادات اولیاء میں سے کسی سے بھی ثبوت نہیں ملتا وہ ان رسومات کو دین کی اصل سمجھنے لگے ہیں۔

فی نفسہ بچہ کوکسی اللہ والے کی خدمت میں لے جا کر بسم اللّٰہ کہلانے میں کوئی برائی نہیں ہے، بلکہ اس اعتبار سے یہ ایک مستحسن طریقہ بھی ہوسکتا ہے کہ متقی، پرہیزگار، اہل اللہ کی برکت سے بچہ میں تقویٰ اور فراست کی صفت پیدا ہوجائے۔

لیکن بسم اللہ خوانی کی اس رسم کو اہتمام کے ساتھ انجام دینا، مثلاً چاندی کے قلم اور دوات سے چاندی کی تختی پر لکھا کر بچہ کو اس میں پڑھوانا، اس موقع پر بچہ کو غیر شرعی لباس پہنانا، شیرینی کی تقسیم کو اس قدر لازمی سمجھنا کہ اس کے بغیر اگر یہ رسم ادا کی جائے تو خاندان کی ناک کٹ جائے گی، اور اس قسم کی دوسری رسمیں ایسی ہیں جن کا سنت رسول ﷺ سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔

بعض علاقوں میں بسم اللہ خوانی کیلئے بچہ کے چار سال چار مہینے چار دن متعین کرتے ہیں یہ بھی غیر شرعی رسم ہے بعض علاقوں میں بچہ کو اس وقت مسی لگانے کو ضروری سمجھتے ہیں، یہ بھی غلط ہے۔

کیا بچوں کا بوسہ لے سکتے ہیں

یہ ایک فطری حقیقت ہے کہ ہر ایک کو اپنے بچوں سے محبت ہوتی ہے، بچوں سے پیار ومحبت کا ہونا آدمی کے نرم دل ہونے کی علامت ہے، اور اسکے برعکس کسی کے اندر اگر بچوں سے پیار ومحبت نہ ہو تو یہ اسکے سنگدل ہونے کی دلیل ہے، اپنے بچوں اور اپنے اعزہ واقارب کے چھوٹے بچوں کا بوسہ لینا انہیں سینہ سے لگانا جائز بلکہ سنت رسول بھی ہے بشرطیکہ شفقت اور مہربانی کے جذبہ سے ہو۔

فتح الباری نے مسند ابویعلی کے حوالہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ عیینہ بن فزاری نبی رحمت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے دیکھا کہ آپ ﷺ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا بوسہ لے رہے ہیں، یہ دیکھ کر اس نے کہا حضور ﷺ! آپ ان کا بوسہ لے رہے ہیں، میرے دس بچے ہیں میں نے ان میں سے کسی کا بوسہ نہیں لیا، آپ ﷺ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہ کیا جائے گا۔

نبی رحمت ﷺ بچوں کے ساتھ نہایت شفقت کا معاملہ فرماتے تھے، خادم رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو بال بچوں کے ساتھ شفقت کرنے میں رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر ہو۔

حضور ﷺ کے ایک صاحبزادے ابراہیم ایک انصاری خاتون خولہ بنت منذر کے ہاں دودھ پیتے تھے، حضور ﷺ صاحبزادے ابراہیم کے پاس تشریف لے جاتے انہیں گود میں لیتے اور ان کا بوسہ لیتے (مسلم)۔

بہرحال اپنے بچوں کا بوسہ لینا چونکہ حضور ﷺ سے ثابت ہے اس لئے بوسہ لینا جائز ہے لیکن اگر نیت بری ہو تو بچہ کا بوسہ لینا جائز کیسے ہوسکتا ہے؟

تقریب سالگرہ اسلامی طریقہ نہیں

بچہ کی عمر جب ٹھیک ایک سال ہوجاتی ہے تو اس دن اظہار مسرت کیلئے ایک تقریب منعقد کی جاتی ہے جس کو (برتھ ڈے) سالگرہ کہتے ہیں پھر یہ سلسلہ ہر سال چلتا ہے، اس تقریب میں مختلف رسومات ہوتی ہیں، سال کی تعداد کے اعتبار سے موم بتیاں سلگائی جاتی ہیں اور برتھ ڈے کیک کاٹا جاتا ہے، اور موم بتیوں کو پھونک کر Happy Birthday to you کہنے لگتے ہیں، یہ یہودیوں کی پیداوار ہے، شریعت مصطفوی ﷺ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، حدیث تاریخ وسیرت کی بے شمار کتابیں سارے ہی مسلمانوں کی نگاہوں کے سامنے آج بھی موجود ہیں ان میں کہیں بھی یہ تذکرہ نہیں ملتا کہ رسول رحمت ﷺ نے ایسی کوئی سالگرہ تقریب منعقد کی ہو۔

موجودہ عیسائی جن کا آسمانی کتاب (انجیل) سے اب ایک فی صد بھی تعلق نہ رہا

ہواور جس مذہب کی بنیاد من گھڑت خیالات اور نفسانی خواہشات پر مبنی ہو، ایسے مذہب کے طریقوں کو اگر مسلمان اپنی زندگیوں میں لائیں تو ظاہر ہے کہ اس سے نہ اللہ تعالیٰ خوش ہوں گے اور نہ رسول اللہ ﷺ۔

بچہ کی عمر جوں جوں بڑھے ماں باپ کے ذہن میں یہ فکر ہونی چاہیے کہ بچہ کی عمر اتنی ہوگئی ابھی تک اس کی تعلیم وتربیت پر جس قدر توجہ دینا چاہیے تھا نہ دے سکے، عموماً بچہ کی عمر کے بارے میں مسرت کے ماحول میں یہی سوچا جاتا ہے کہ بچہ کی عمر بڑھ رہی ہے حالانکہ اگر دوسرے انداز سے دیکھا جائے تو حقیقت میں بچہ کی عمر بقول شاعر گھٹ رہی ہے۔

ہو رہی ہے عمر مثل برف کم
چپکے چپکے رفتہ رفتہ دم بدم

حسن ادب بہترین تحفہ

عن سعید بن العاصؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ما نحل والد ولدا من نحل افضل من ادب حسن (ترمذی)۔

حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی باپ نے اپنی اولاد کو کوئی عطیہ اور تحفہ حسن ادب اور اچھی سیرت سے بہتر نہیں دیا۔

عن انسؓ قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم اکرموا اولادکم واحسنوا ادابهم (ابن ماجه)۔

قرآن مجید اور احادیث شریفہ میں اولاد کے سلسلہ میں جو حقیقتیں بیان کی گئی ہیں ان کی روشنی میں یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اولاد اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندۂ مومن کیلئے نعمت، عطیہ، امانت اور آزمائش کا ذریعہ بھی ہے، ایسی صورت میں نعمت کی قدر، امانت کی نگرانی اور آزمائش کے موقع پر کامیابی کی کوشش کرنا فطری اور طبعی امر ہے۔

اسی وجہ سے معلم کامل صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاد کے بارے میں اپنی امت کو حکم دیا کہ اپنی اولاد کا اکرام کرو یعنی اولاد کو اللہ تعالیٰ کا عطیہ اور اس کی امانت سمجھ کر ان کی قدر اور ان کا لحاظ کرو، اس طرح کہ ان کی ضروریات زندگی کا حسب استطاعت انتظام کرو اور اولاد کو اپنے لئے مصیبت اور بوجھ تصور نہ کرو، ''اپنی اولاد کی عزت کرو'' کا مطلب یہ ہے کہ ان کے ساتھ ایسا رویہ اختیار کرنا جس سے انہیں اپنی عزت نفس کا احساس ہو اور وہ بداخلاقی سے نفرت کرنے لگیں۔

اور اولاد کو اچھے ادب سے آراستہ کرنا چاہیے، اسلئے کہ حسن ادب ہی وہ بہترین عطیہ اور تحفہ ہے جو ایک باپ کی طرف سے بیٹے کو دیا جاتا ہے، اگر باپ نے اپنے بیٹے کو بے حساب جائیدادیں اور بے شمار دولت دے دی لیکن اگر اس نے اپنی اولاد کو حسن ادب اور اچھی سیرت سے نہیں نوازا تو اس باپ نے اپنے بیٹے کو گویا کوئی عطیہ اور تحفہ ہی نہیں دیا۔

ماں باپ کو چاہیے کہ ان دو احادیث پر غور کریں اور اپنی اولاد کو بازاروں اور اوباشوں کی ہوا کھانے سے پہلے ہی اسلامی تربیت اور اپنی حفاظت میں رکھیں اور جہاں تک ممکن ہو سکے ان کی نشست و برخاست کا جائزہ لیتے رہیں، ماں باپ کا اپنی اولاد سے غافل رہنا اور تعلیم و تربیت میں کوتاہی کرنا یقیناً بہت بڑا قصور ہے۔

ماں باپ اس حقیقت کو بھی جان لیں کہ بچپن کے زمانے میں جو آداب و اخلاق سکھائے جاتے ہیں اس کا اثر زندگی بھر رہتا ہے، اس لئے بچپن ہی سے بچوں کو اسلامی آداب سکھانا چاہیے۔

بچوں کو سلام کرنے کا طریقہ بار بار اتنا بتایا جائے کہ انہیں ایسی عادت ہو جائے کہ وہ ہر ملنے والے سے السلام علیکم کہنے لگیں، گالی دینے، جھوٹ بولنے، مارنے توڑنے سے روکا جائے اور ان کے ذہن میں یہ بات ڈال دی جائے کہ جھوٹ بولنے سے تمہاری زبان گندی ہو جاتی ہے۔

بچوں کو ٹی وی دیکھنے اور فلمی گانوں کے سننے سے روکا جائے اس بیماری کو دور کرنے

کیلئے خود ماں باپ کو اس بیماری سے دو در رہنا چاہیے جب ہی اولاد کی اصلاح ممکن ہے۔

کھانے پینے اور سونے کا نبوی طریقہ بتایا جائے اور ایسے موقعوں پر پڑھی جانے والی دعائیں بار بار پڑھائی جائیں، یاد دہانی اور تعلیم کے طور پر بلند آواز سے دعا پڑھتے رہیں تاکہ عادت ہوجائے۔

جب بچہ سات سال کا ہوجائے

عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده ؓ قال قال رسول الله ﷺ مروا اولادکم بالصلو ۃ وھم ابناء سبع واضربوھم علیھا وھم ابناء عشر سنین وفرقوا بینھم فی المضاجع۔ (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عمرو ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے بچے جب سات سال کے ہوجائیں تو ان کو نماز کی تاکید کرو اور جب دس سال کے ہوجائیں تو نماز میں کوتاہی کرنے پر ان کو سزا دو، اور ان کے بستر بھی الگ الگ کردو۔

یہ محاورہ بہت معروف ہے ’’بچپن کا زمانہ بھی کیا خوب زمانہ ہے‘‘ اگرچہ کہ یہ جملہ اس معنی میں ہے کہ بچپن کا زمانہ چونکہ کھیل کود، تفریح، خوشی اور بے فکری کا ہوتا ہے اس لئے یہ بہترین زمانہ ہے، مگر اس جملہ کے معنی کو اور کشادہ کردیا جائے کہ بچپن کا زمانہ ذہن سازی اور تربیت کیلئے بھی خوب زمانہ ہے، جس طرح جھکی ہوئی نرم شاخ کو سیدھا کرنا آسان ہے اسی طرح چھوٹے بچوں کو سیدھا کرنا آسان ہے، اسی لئے حضور ﷺ سات سالہ بچوں کو نماز پڑھنے کا حکم دینے کی تاکید ماں باپ کو فرمارہے ہیں، چونکہ سات سال کی عمر میں بچہ سمجھدار اور باشعور ہوجاتا ہے، نیز برے بھلے کی تمیز بھی پیدا ہوجاتی ہے اس لئے اس عمر سے بچہ کو نماز کے ذریعہ بندگی کے راستے پر ڈالنا چاہیے، یہ نرم پہلو سات سال سے دس سال تک کے لئے ہے۔

جب بچہ دس سال کا ہو جائے

لیکن جب بچہ دس سال کی عمر کو پہنچ جائے تو باوجود نماز کی تاکید کرنے کے اگر بچہ سے کوتاہی اور غفلت ہو رہی ہو تو اس کوتاہی پر اس کو سزا دینا چاہیے، دس سال کی عمر میں گویا بچپن رخصت ہونے لگتا ہے جوانی استقبال کرنے لگتی ہے، اس عمر میں بچوں میں نفع ونقصان، بھلائی وبرائی کا شعور پیدا ہو جاتا ہے، اگر بچے اس عمر میں نماز سے غفلت کریں تو فرمان رسول اکرم ﷺ کے مطابق مناسب انداز میں ان کو سزا بھی دینی چاہیے، اور انہیں نماز پڑھنے پر ملنے والے ثواب اور نماز چھوڑنے پر ہونے والے عذاب سے باخبر رکھنا چاہیے۔

والدین اور سرپرستوں کی یہ اہم ذمہ داری ہے کہ وہ دس سالہ بچے کو زبانی تلقین کے ساتھ ساتھ غفلت وکوتاہی کے موقعوں پر سزا دیکر نماز کا پابند بنائیں، یہ بات یاد رہے کہ والدین خود اگر نماز سے کوتاہی کرنے والے ہوں تو بچہ کو پابند بنانا مشکل ہے، اس لئے ماں باپ خود بھی نماز کے پابند رہیں۔

بستر الگ کردیں

حضور ﷺ چونکہ انسانوں کی فطرت سے پوری طرح واقف ہیں، بچوں، نوجوانوں اور بوڑھوں کے طبعی جذبات کو جس قدر آپ ﷺ جانتے ہیں شاید ہی کوئی فرد جانتا ہو، دس سالہ بچوں کے بستر کو الگ الگ کرنے میں یقیناً کئی فائدے ہیں جن کی تفصیل کی حاجت نہیں، دو لڑکوں یا دو لڑکیوں یا لڑکے اور لڑکی کو ایک بستر میں سونے کی اجازت نہیں ہے، جب کہ یہ دس سال کے ہو جائیں، چاہے وہ ایک دوسرے کے بھائی یا بہن ہی کیوں نہ ہوں، دس سال کی عمر میں لڑکوں یا لڑکیوں کا ایک ہی بستر میں سونا بہت سی برائیوں کو جنم دیتا ہے، ماں باپ اپنی اس ذمہ داری کو ذہن میں رکھیں تاکہ اس ذمہ داری سے غفلت کے نتیجہ میں انہیں کسی ذہنی الجھن میں پڑنا نہ پڑے، چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا وفرقوا بینھم فی المضاجع اور ان کے بستر بھی الگ الگ کردو۔

لڑکیوں سے اچھا سلوک کیجئے

عن ابی سعید الخذریؓ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ من عال ثلث بنات فادبھن وزوجھن واحسن الیھن فلہ الجنۃ ۔

حضرت ابو سعید حذری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے تین بیٹیوں کی پرورش کی انہیں اچھا ادب سکھایا، اور انکی شادی کی اور ان سے حسن سلوک کیا وہ جنت میں جائے گا۔

عن انس بن مالکؓ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ من عال جاریتین حتی تبلغا جاء یوم القیمۃ انا وھو ھکذا وضم اصابعہ (مسلم)

انس بن مالکؓ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا جس نے دو لڑکیوں کی کفالت کی یہاں تک کہ وہ بالغ ہوگئیں قیامت کے دن میں اور وہ اس طرح رہیں گے یہ فرما کر حضور ﷺ نے اپنی انگلیاں اکھٹی کرلیں۔

عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من عال ثلث بنات اومثلھن من الا خوات فادبھن ورحمھن حتی یغنیھن اللّٰہ اوجب اللّٰہ لہ الجنۃ فقال رجل یارسول اللّٰہ او اثنتین قال او اثنتین حتی لوقالوا او واحدۃ لقال واحدۃ ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے تین بیٹیوں یا تین بہنوں کی پرورش کی ان کو اچھی تہذیب سکھائی اور ان پر مہربانی کی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو مستغنی کردے اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت واجب کردے گا، ایک آدمی نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ! دو کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا اجر بھی یہی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! (راوی کہتے ہیں) اگرلوگ ایک لڑکی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کے متعلق سوال کرتے تو حضور ﷺ یہی فرماتے کہ اس سے اچھا برتاؤ کرنے والا بھی اس اجر کا مستحق ہے۔

عن عائشة ؓ قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من ابتلی بشیئی فاحسن الیهن کن له سترامن النار (بخاری ومسلم) ۔

حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا جس بندے یا بندی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیٹیوں کی ذمہ داری ڈالی گئی اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو یہ بیٹیاں اس کیلئے دوزخ سے بچاو کا سامان بن جائیں گی۔

مذکورہ متعدد روایتوں سے صراحت اور وضاحت کے ساتھ یہ حقیقت معلوم ہوگئی کہ لڑکیوں کا بار اٹھانا، ان کی پرورش کرنا، ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، ان کی اچھی تربیت کرنا، انہیں اچھا ادب سکھانا نیز انکا نکاح کردینا وغیرہ یہ وہ ذمہ داریاں ہیں جن کو تکمیل تک پہنچانے والے ماں باپ اور بھائیوں کیلئے حضور ﷺ نے کئی خوشخبریاں سنائی ہیں، ایک طرف آپ ﷺ نے ان لڑکیوں کے ذمہ داروں کے لئے خوشخبری دی کہ یہ لڑکیاں ان کے لئے دوزخ سے بچاو کا ذریعہ بنیں گی تو دوسری طرف یہ مژدہ بھی سنایا کہ قیامت کے دن میں ایسے سرپرست سے اتنا قریب رہوں گا جتنا کہ ایک ہاتھ کی انگلیاں باہم ملی رہتی ہیں، نیز یہ پیغام مسرت بھی سنادیا کہ ان لڑکیوں کی تربیت کے بدلہ اللہ تعالیٰ ان کے سرپرستوں اور ذمہ داروں پر جنت واجب فرمائے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ جس کسی کو قیامت کے دن دوزخ سے آزادی، جنت کا داخلہ اور قربت نبوی نصیب ہوجائے اس کی کامیابی اور نیک بختی پر شک وشبہ نہیں کیا جاسکتا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہمت، طاقت، سہولت، اور توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنی لڑکیوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں، اوران کی صحیح تربیت کریں اور بروقت ان کا نکاح بھی شرعی حدود میں رہتے ہوئے انجام دیں۔ آمین۔

اولاد کے ساتھ انصاف کا معاملہ کیجئے

عن ابن عباس ؓ قال قال رسول الله ﷺ سووا بین اولادکم فی العطیة فلوکنت مفضلا احدا فضلت النساء ۔ (طبرانی) ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ داد ودہش میں اپنی سب اولاد کے ساتھ مساوات اور برابری کا معاملہ کرو اگر میں اس معاملہ میں کسی کو ترجیح دیتا تو عورتوں (یعنی لڑکیوں) کو ترجیح دیتا یعنی اگر مساوات اور برابری نہ ہوتی تو میں حکم دیتا کہ لڑکیوں کو لڑکوں سے زیادہ دیا جائے۔

انصاف زندگی کے ہر شعبہ میں مطلوب ہے، جہاں عدل وانصاف ہے وہاں امن و سلامتی ہے اور جہاں ناانصافی اور ظلم ہے وہاں فتنہ اور فساد ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے بندوں سے محبت نہیں فرماتے جو فتنہ اور فساد کے حامل وخوگر ہوں۔

ماں باپ دوراندیشی، حکمت اور مصلحت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنی اولاد کے درمیان عطا وبخشش اور داد ودہش میں عدل وانصاف، مساوات اور برابری کا رویہ اختیار کریں گے تو ماں باپ اور بچوں کے درمیان نیز اپنی اولاد کے درمیان محبت ومودت، خیر خواہی وہمدردی کے جذبات کو برقرار پائیں گے۔ اس طرح گھروں میں سکون وچین اور آرام وراحت کی گھڑیاں نصیب ہونگی، اور اس کے برعکس اگر ماں باپ داد ودہش، عطا وبخشش اور حسن سلوک میں اپنی اولاد کے درمیان ناانصافی کرنے لگ جائیں، کسی کو کم اور کسی کو زیادہ کسی کو بہت زیادہ اور کسی کو بالکل محروم، کسی پر سختی اور کسی پر نرمی، کسی کے دکھ درد کا لحاظ اور کسی سے انتہائی بے پرواہ اور غافل بن جائیں تو پھر آپس میں بغض وحسد، کینہ وعداوت، شکایت وکدورت کی کیفیت پیدا ہو جائیگی، اور فساد وبگاڑ کا بازار گرم ہو جائیگا۔

نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک طرف اولاد (بھائی بھائی یا بھائی بہن) میں طعن وتشنیع اور جھگڑے پیدا ہو جائیں گے یہاں تک کہ خونریزی تک نوبت آجائے گی، اور دوسری طرف اولاد میں اپنے ماں باپ کی طرف سے رنجشیں پیدا ہونگی، نتیجہ یہ ہوگا کہ اولاد ماں باپ سے متنفر ہوگی اور یہ نفرت اور نافرمانی انتقامی کارروائی کا ذریعہ بن جائے گی، انہی دردناک نتائج وعواقب سے اپنی امت کو بچانے کیلئے نبی رحمت ﷺ نے حکم دیا کہ داد ودہش میں اپنی

سب اولاد کے ساتھ مساوات اور برابری کا معاملہ کرو، نیز یہ بھی فرمایا کہ اگر مساوات اور برابری ضروری نہ ہوتی تو میں حکم دیتا کہ لڑکیوں کو لڑکوں سے زیادہ دیا جائے، لیکن چونکہ مساوات ضروری ہے اس لئے لڑکیوں اور لڑکوں کے درمیان بھی انصاف کو قائم رکھنا چاہیے۔

قابل غور واقعہ

بخاری و مسلم نے ایک واقعہ اس سلسلہ میں نقل کیا ہے جسکے راوی حضرت نعمان بن بشیر ہیں اور یہ خود ان کا اپنا واقعہ ہے، فرماتے ہیں کہ میرے والد مجھے لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے اس بیٹے کو ایک غلام ہبہ (عطا) کر دیا ہے (بعض روایتوں میں بجائے غلام کے باغ کا تذکرہ ہے) بہر حال حضور ﷺ نے یہ سن کر ان سے پوچھا کہ کیا تم نے اپنے سب بچوں کو اتنا اتنا دیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا پھر یہ تو ٹھیک نہیں اور فرمایا کہ اس کو واپس لے لو، ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اس وقت حضور ﷺ نے ان سے یہ سوال فرمایا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ تمہاری سب اولاد یکساں طور پر تمہاری فرمانبرداری اور خدمت گزار بنے؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ ہاں! یہ تو ضرور چاہتا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا پھر ایسا نہ کرو کہ ایک کو دو اور دوسروں کو محروم رکھو۔

حاصل کلام

اس واقعہ سے یہ بات کھل کر سامنے آ گئی کہ اپنی اولاد کے درمیان ناانصافی کرنے کا بھیانک نتیجہ یہ ہوگا کہ کوئی فرمانبردار بنے گا تو کوئی نافرمان، کوئی خدمت گزار بنے گا تو کوئی خدمت سے دور، امن وسلامتی کی راہ یہی ہے کہ اپنی اولاد کے درمیان برابری کا معاملہ کیا جائے تا کہ ہر ایک کے دل میں اپنے ماں باپ سے ہمدردی اور خیر خواہی رہے۔

ہاں ! بعض اوقات ایسے حالات اور حادثات پیش آجاتے ہیں جن کی وجہ سے ایک کو دوسروں پر ترجیح دینا ضروری ہوتا ہے، مثلاً اولاد میں سے کسی کی صحت مستقل طور پر خراب رہتی ہے اور وہ اپنی بیماری اور کمزوری کی وجہ سے دوسرے بھائیوں کی طرح طلب معاش میں جد وجہد نہیں کرسکتا تو ایسی صورت میں اس کے ساتھ خصوصی سلوک کرنا ناانصافی میں داخل نہیں ہوگا، بلکہ اس کے ساتھ خصوصی سلوک کرنا ایک اعتبار سے ضروری اور اجر وثواب کا باعث ہوگا۔ ایسے نازک حالات میں دوسرے بھائیوں کو چاہیے کہ وہ وسیع القلب بن جائیں اور خواہ مخواہ اپنے دل میں کدورت پیدا نہ کرلیں بلکہ اپنے بھائی کی کمزوری کا لحاظ رکھتے ہوئے خود بھی اس کی مدد ونصرت کرتے رہیں۔

لڑکیوں کو آزاد نہ چھوڑیئے

یقیناً فطری اور طبعی طور پر ماں باپ کو اپنے بچوں سے محبت ہوتی ہے، اور محبت کا ہونا یقیناً مستحسن ہے، لیکن محبت، لاڈ وپیار کا غلبہ اس قدر نہیں ہونا چاہیے کہ اسلامی معاشرہ کو بھول جائیں اور اپنے بچوں کو عموماً اور اپنی بچیوں کو خصوصاً آزاد اور بے خوف بنادیں، بلکہ ماں باپ کو چاہیے کہ وہ اپنی اولاد پر کڑی نگاہ رکھیں، خصوصاً لڑکیوں کی نشست وبرخاست، آمد ورفت، چال چلن اور وضع قطع پر گہری نظر رکھنی چاہیے اور جب بے حیائی اور آزادانہ حرکتوں کا احساس ہوجائے تو ان کو فوراً تنبیہ کرنا چاہیے تاکہ اصلاح ہوجائے اور قدم برائی کی طرف نہ بڑھیں۔

آج کل ماں باپ کی بے توجہی، غفلت، لاپرواہی اور غیر ضروری لاڈ وپیار نے لڑکیوں میں بے حیائی کی جرات اور ناجائز سیر وسیاحت کی ہمت پیدا کردی ہے، عام طور سے اب لڑکیاں نہایت آزاد اور بے خوف ہوگئی ہیں، نہ والدین کا ڈر نہ خدا کا خوف، نہ دنیا کی شرم، نہ عزت کا پاس ولحاظ۔

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کی والدۂ محترمہ خیر النساء بہترؒ نے اپنی کتاب ”حسن

معاشرت'' صفحہ (۲۴) میں آج کل کی بے لگام اور آزاد لڑکیوں کے بارے میں یوں تحریر فرمایا ہے کہ آج کل کی لڑکیاں نیک صحبتوں سے واقف نہیں، تفریح کی شائق، سیر و سیاحت پر قربان، ناولوں پر صدقہ، قصہ کہانیوں پر نثار، دوستوں کی دشمن اور دشمنوں کی دوست، تیز مزاج ایسی متلون کہ جس کی وضع دیکھ لی پسند کرلی، نہ آئندہ کی خبر، نہ انجام پر نظر برے بھلے کی پہچان نہیں، اپنے پرائے کی تمیز نہیں، برا بھلا، عزت و ذلت، شریف و رذیل، آقا و غلام، امیر و فقیر، بہار و خزاں عذاب و ثواب، رنج و راحت، شرم و بے حیائی، علم و جہل، اندھیرا اجالا، بصارت و بے نگاہی گویا سب سے واسطے توڑ آئیں۔

مرحومہ نے لڑکیوں کی مذموم حرکات کی جو منظر کشی کی ہے وہ تقریباً پندرہ بیس سال پہلے کی منظر کشی ہے اس کے بعد ٹی وی، وی سی آر وغیرہ کی بہتات نے جو بے حیائی میں اضافہ کیا ہے اس کے برے نتائج جو سامنے آرہے ہیں الامان الحفیظ۔

ماں باپ کو چاہیے کہ وہ اپنی لڑکیوں کو عریاں و نیم عریاں لٹریچر، ہیجان پیدا کرنے والے ناول، بھیانک جرائم، شوق پیدا کرنے والی غزلیں، حیا سوز گانے، نت نئے افسانے، اور اخلاق سوز ویڈیو کیسیٹس وغیرہ سے دور رکھیں تاکہ اس کے نتیجہ میں کوئی ایسی لغزش نہ ہونے پائے جس سے خاندان داغدار ہوجائے اور ماں باپ لوگوں میں اپنا منہ دکھانے کے قابل نہ رہیں، جو لوگ اپنی لڑکیوں کو آزاد چھوڑ دینے کے بعد کسی حادثہ کے پیش آنے پر واویلا مچاتے ہیں، اور اظہار ندامت کرتے ہیں وہ نادان اور کم عقل ہیں جنہیں اپنی نادانی سے باز آنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ نے اولاد کی پرورش اور تربیت کی جو ذمہ داری انہیں دی ہے وہ پوری کرنی چاہیے، تاکہ کل قیامت کے دن عنداللہ پکڑے نہ جائیں۔

چوکنا رہیے

یہ ایک حقیقت ہے جس پر سب متفق ہیں کہ تعلیم جس طرح لڑکوں کیلئے ضروری ہے

اسی طرح لڑکیوں کیلئے بھی ضروری ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اپنی لڑکیوں کو تعلیم کے نام پر اس قدر چھوٹ دے دی جائے کہ وہ جب چاہے کالج اور اسکول جائیں اور جب چاہیں کالج اور اسکول میں رہیں اور جس طرح چاہیں آزادی منائیں بلکہ یہ ماں باپ کی اولین ذمہ داری ہے کہ وہ ان پر اپنی کڑی نگاہ رکھیں کہ کیا جس اسکول یا کالج میں ان کی لڑکی تعلیم حاصل کررہی ہے؟ کیا وہاں پردہ کی پابندی ہے؟ کیا وہاں لڑکے اور لڑکیاں بے حجاب ہوکر گفتگو تو نہیں کرتی ہیں؟ اور کہیں ایسا تو نہیں ہورہا ہے کہ کالج انتظامیہ لاپرواہ ہونے کی وجہ سے لڑکی وقت بے وقت کالج سے نکل جاتی ہے؟ ان سارے اموراور ان کے علاوہ دیگر بہت سارے امور پر انہیں مذہباً اور اخلاقاً غور کرنا پڑے گا، اگر ماں باپ اپنی لڑکی کی تعلیم کے خاطر اس کی حیا اور عفت کے معاملہ کو بالائے طاق رکھ رہے ہیں تو انہیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ وہ ذلت اور بدنامی کے گڑھے کی طرف اپنا قدم بڑھارہے ہیں، پھر وہ دن دور نہیں کہ کسی ناگفتہ بہ واقعہ اور حادثہ کی انہیں صورت دیکھنی پڑے۔

کالج اور اسکول کے علاوہ ٹیوشن کیلئے بعض ماں باپ ممکنہ خطرات سے بے نیاز بن کر اپنی لڑکیوں کو اجنبی تعلیم یافتہ اساتذہ (مسلم وغیر مسلم) کے پاس بھیجتے ہیں (جہاں کبھی ایسی صورت بھی پیش آتی ہے کہ سوائے استاذ اور شاگردہ کے اور کوئی نہیں ہوتا) جس کے نتیجہ میں حیا سوز حادثات پیش آتے ہیں اور محض تعلیم کی خاطر لڑکی کی عفت وعصمت خاک میں مل جاتی ہے، اور وہ بے قیمت ہوکر رہ جاتی ہے، بہرحال ماں باپ کی یہ بڑی ذمہ داری ہے کہ اس معامہ میں چوکنا رہیں، تعلیم چاہے دینی ہو یا دنیوی، لڑکی گھر میں کسی اجنبی مرد سے پڑھ رہی ہو یا کہیں جاکر، ان دونوں صورتوں سے پرہیز کرنا چاہیے اور اگر حدود کی رعایت کرتے ہوئے تعلیم دلائی جارہی ہو تو سرپرستوں کو چاہیے کہ بہت ہی متنبہ اور چوکنا رہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کی لڑکیوں کی عفت وعصمت کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔

اولاد سے غافل نہ رہیں

اپنی اولاد کی فکر کرنا اوران کوشر، فتنہ اور ہلاکت سے بچانے کی کوشش کرنا نیز بھلائی، امن اور نجات کے دائرہ میں رکھنے کی مقدور بھر کوشش کرنا انبیاء کرام علیھم السلام کا طریقہ ہے، قرآن مجید میں اس کی مثالیں ملتی ہیں، سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۳۳ میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا وہ واقعہ بیان کیا گیا ہے جو ان کی وفات کے قریب کا ہے (ان ماں باپ کے لئے اس وقعہ میں درس عظیم ہے جو اپنے بچوں کے دین سے بالکل بے پرواہ اور غافل ہیں) حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو جمع فرمایا اور یہ سوال فرمایا کہ اے بیٹو! یہ تو بتاؤ کہ میری وفات کے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ فرمانبردار بیٹوں نے کہا کہ ابا جان! ہم آپ کے پروردگار کی اور آپ کے باپ بزرگوار ابراہیم علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام کے پروردگار کی عبادت کریں گے جو تنہا و یکتا ہے، اور ہم اسی کی فرمانبرداری کریں گے۔

فکر مند باپ کا سوال اور فرمانبردار فرزندوں کا جواب ہمیں ایک طرف اس فکر کی دعوت دیتا ہے کہ ماں باپ کو اپنی زندگی کی آخری سانس تک بھی اپنی اولاد کی ہدایت کے بارے میں فکر مند رہنا چاہیے اور دوسری طرف باپ کی نصیحت اور وصیت کو من وعن قبول کر لینا چاہیے۔

افسوس کہ موجودہ حالات ناقابل بیان ہیں کہ ادھر ماں باپ کو اپنی اولاد کے دین و ایمان کی کوئی فکر نہیں ہے، اور ادھر اولاد کا حال یہ ہے کہ اگر اتفاق سے ماں باپ دین کی کوئی بات بتادیں تو اس کو ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیتے ہیں اور ان کی قیمتی دینی باتوں کو بکواس سمجھتے ہیں۔

سورۂ مریم کی آیت نمبر ۵۵ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں کہ وہ وعدے کے سچے تھے اور اپنے رب کے نزدیک ایک پسندیدہ انسان تھے، اور وہ نماز اور زکوۃ کا اپنے متعلقین کو حکم دیتے تھے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوۃ کا حکم دینا اس حقیقت کی بین دلیل ہے کہ ماں باپ کا یہ ذمہ ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کو اللہ کے احکامات کا پابند بنائیں اور ان میں یہ احساس پیدا کریں کہ وہ اس دنیا میں آزاد نہیں بلکہ اللہ کے غلام اور بندے ہیں۔

بری صحبتوں سے اپنی اولاد کو بچایئے

ماں باپ کو چاہیے کہ وہ اپنی اولاد کو جاہلوں، اوباشوں اور شریروں سے دور رکھیں، مثل مشہور ہے کہ ''خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ لاتا ہے'' اگر ماں باپ کو معلوم ہے کہ ان کی اولاد بدنام زمانہ غنڈوں، چوروں، ڈاکوؤں، مجرموں، بدکاروں، اور بے حیاؤں کی صحبت کا شکار ہوگئی ہے تو ان کا یہ فریضہ ہے کہ پہلی فرصت میں ان کو ان سے دور رکھیں، اس لئے کہ حضرت لقمان حکیم نے فرمایا کہ بدطینت لوگوں سے بچو کہ ان کی صحبت سے سوائے رنج کے کچھ حاصل نہیں ہوگا، اگر اولاد برے لوگوں کی صحبت اختیار کرچکی ہے تو یہ صحبت ماں باپ کیلئے رنج کا باعث اور اولاد کے بگڑنے کا سبب ہوگی۔

ماں باپ کو چاہیے کہ وہ اس حقیقت کو ہرگز فراموش نہ کریں کہ لوگوں کی نگاہ میں ایسے افراد کی ہی عزت ہے جن کے دوست واحباب نیک اوصاف کے حامل اور بلند کردار کے مالک ہوں، یہی وجہ ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا برے افعال والے لوگوں کی صحبت سے بچو کیونکہ آدمی اپنے ساتھیوں سے پہچانا جاتا ہے۔

اگر آپ کے لڑکوں کے دوست شاطر، مکار اور چالباز ہوں اور لڑکیوں کی سہیلیاں بدچلن، بے حیا، فیشن پرست اور بے غیرت ہوں تو سمجھ لیجئے کہ آپ کی اولاد کے بارے میں لوگ یہی فیصلہ کریں گے کہ یہ بھی انہی درختوں کی شاخ ہے۔

ماں باپ کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کو بچپن ہی سے برے لوگوں سے دور رکھیں، اور انہیں یہ بتا دیں کہ برے دوست حقیقت میں دوست نہیں بلکہ دشمن ہیں، اور جب بُرے

دوستوں کی قربت مل جاتی ہے تو گناہوں کا آغاز ہو جاتا ہے، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا قول ہماری اس بات کی تصدیق کرتا ہے ’’تیرے سب سے بڑے دشمن تیرے بُرے ہمنشین ہیں، اور تنہا شخص محفوظ و مامون ہے اور ہر گناہ کی تکمیل دو سے ہوتی ہے‘‘۔

نیز اپنی اولاد کو نیک لوگوں کی صحبت میں لگانا چاہیے، ابن جوزیؒ فرماتے ہیں اچھے لوگوں کی صحبت اختیار کرو اس سے تمہارے افعال اچھے ہو جائیں گے۔

بہر حال غلط صحبت کے نتیجے میں آج کل کے بچوں اور بچیوں میں کیا ہولناک تبدیلیاں آئی ہیں یہ لکھنے اور کہنے کی نہیں ہیں بلکہ اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے لئے مشاہدات ہی کافی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی اولاد کی تربیت شریعت کے مطابق کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ہمیں اور ہماری اولاد کو ایمان کی حالت میں جینے کی اور مرتے دم تک ایمان ہی کی حالت میں رہنے کی توفیق عطا فرمائے، اور اس کتاب کو قبولیت سے نواز کر ہماری مغفرت کا ذریعہ بنا دے۔آمین۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁